ہم میلاد کیوں مناتے ہیں؟

مفتی ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

برائے ایصالِ ثواب
* مرحوم حاجی محمد الیاس محمد حسین رمضان کاملی
* مرحومہ خدیجہ حجن * جملہ اُمّتِ مسلمہ

پیش کش: رضا لائبریری مالیگاؤں



نوری مشن مالیگاؤں

سلسلۂ اشاعت نمبر ۹۸

بہ فیض: تاج دار اہلِ سنّت مفتی اعظم علامہ محمد مصطفیٰ رضا نوری علیہ الرحمہ و حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی

زیر سرپرستی: امینِ ملت حضرت ڈاکٹر سید محمد امین میاں قادری برکاتی مدظلہ العالی، مارہرہ مطہرہ

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نوری مشن کی خصوصی اشاعت

ہم میلاد کیوں مناتے ہیں؟

مفتی ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

ناشر: **نوری مشن** مالیگاؤں

ملنے کا پتا: مدینہ کتاب گھر، اولڈ آگرہ روڈ، مالیگاؤں Cell. 9325028586

سنِ اشاعت ۱۴۳۹ھ/ ۲۰۱۷ء...... ہدیہ: دُعاے خیر

فہرست

OOOO

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بہار آرائیاں

رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد آمد کی خوشی منا کر مسلمان اللہ کی بارگاہ میں سجدۂ شکر بجالاتے ہیں کہ اُس نے ہم پر احسانِ عظیم کیا۔ اپنا محبوب عطا فرمایا۔ جن کے وجودِ پاک سے ہمیں رب کی معرفت ملی۔ ایمان ملا۔ عقیدۂ توحید ملا۔ رسالت کی عظمتوں پر یقین حاصل ہوا۔ گویا انسانیت کا وہ عظیم دن ۱۲ ربیع الاول مسرتوں کی صبحِ تابندہ ہے، جس کے دامن سے اسلام کی رونق طلوع ہوئی۔

جس سُہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اُس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

اسلاف کے یہاں آمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی میں محافل کا اہتمام ہوتا رہا، صحابہ و محدثین، سلفِ صالحین نے اپنے اپنے عہد کے تقاضوں کے مطابق ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے دلوں میں ایمان کی حرارت پیدا کی اور عقیدہ وعمل کی اصلاح وتطہیر کا فریضہ انجام دیا۔ اسی مبارک عمل کو استدلال سے آراستہ کر کے عام مسلمانوں تک پہنچانے کے لیے نوری مشن سے کتابیں شائع ہوتی ہیں۔ پیشِ نظر اشاعت اِسی مبارک جذبے کے ساتھ منظر عام پر لائی گئی۔ ''ہم میلاد کیوں مناتے ہیں؟'' حضرت مفتی ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی (ادارہ صراطِ مستقیم لاہور) کے جذباتِ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حسین گل دستہ ہے۔

ڈاکٹر موصوف پیکرِ اسلاف ہیں۔ علم وعمل کا آئینہ ہیں۔ اخلاص ومحبت عادتِ ثانیہ ہے۔ جنوری ۲۰۱۷ء میں بغداد شریف درِ غوثیت کی بہاروں میں متعدد مرتبہ شرفِ ملاقات حاصل ہوا۔ فروغِ عشقِ رسول کا والہانہ جذبہ، ناموسِ رسالت کے تحفظ کے لیے سرگرمی، مسلکِ رضا کی اشاعت کے لیے مخلصانہ مزاج نے متاثر کیا۔ آپ کے دروس نے علمی حلقوں میں بڑی دھوم مچا رکھی ہے۔

عظیم خطیب، سنجیدہ محقق، اور صاحبِ بصیرت عالم ہیں۔ اکابر کے فیض یافتہ ہیں۔ آپ کے کئی دروس کتابی شکل میں شائع ہو کر مقبول ہوئے۔ اللہ تعالیٰ اِس اشاعت کو شرفِ قبول عطا فرمائے۔ اور نوری مشن کے مخلص ارکان کے عزم وحوصلے کو دوام بخشے۔ آمین

غلام مصطفیٰ رضوی، نوری مشن مالیگاؤں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الصّلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ

ہم میلاد کیوں مناتے ہیں؟

ہم محفل میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیوں مناتے ہیں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس محفلِ میلاد کا انعقاد صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے کیا۔ اس محفل کو پسند رب ذوالجلال نے کیا؛ اور اس محفل پر انعام کی تقسیم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کی، لہٰذا یہ سبب ہے کہ ہم اس محفل کا انعقاد کرتے ہیں۔

یہ کوئی رسم نہیں...... یہ کوئی رواج نہیں...... یہ کوئی کسی بادشاہ کا گڑھا ہوا طریقہ نہیں...... یہ بعد کی صدیوں...... بعد کا بنایا ہوا کوئی فنکشن نہیں...... محفلِ میلاد وہ تقریب ہے جس کا انعقاد صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے مدینہ شریف میں کیا۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے عمل کی تصدیق کی اور رب ذوالجلال نے عرش سے اپنی رحمت کا سندیسہ بھیج دیا۔

مسجد نبوی شریف صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں محفلِ میلاد

سید عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد نبوی شریف میں تشریف لے گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ صحابۂ کرام علیہم الرضوان کا ایک اجتماع جاری ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب صحابہ کو اکٹھے بیٹھے ہوئے دیکھا، حالاں کہ ان کی مصروفیات بہت زیادہ تھیں۔ ہر وقت کسی نہ کسی غزوہ میں، کسی معرکہ میں، کسی نئے اُفق پر دین کی شمع روشن کرنے میں مصروف تھے، اس کے باوجود ایک جلسہ انھوں نے منعقد کر رکھا تھا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں:

جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللهَ وَنَحْمَدُهٗ عَلٰى مَا هَدَانَا لِلْاِسْلَامِ وَمَنَّ عَلَيْنَا بِكَ قَالَ اللهِ مَا اَجْلَسَكُمْ اِلَّا ذَاكَ قَالُوْا وَاللهِ مَا اَجْلَسَنَا اِلَّا ذَاكَ قَالَ اَمَا اِنِّيْ لَمْ اَسْتَحْلِفْكُمْ تُهْمَةً لَكُمْ وَلٰكِنَّهٗ اَتَانِيْ جِبْرِيْلُ فَاَخْبَرَنِيْ اَنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ يُبَاهِيْ بِكُمُ الْمَلَائِكَةَ۔

(شعب الایمان للبیہقی، جلد ۱، صفحہ ۴۰۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت؛ مسلم شریف، کتاب الذکر، باب فضل

الاجماع علی تلاوۃ القرآن، جلد ۲، صفحہ ۳۴۶، قدیمی کتب خانہ؛ معجم الکبیر للطبرانی، جلد ۱۹، صفحہ ۳۱۱، داراحیا التراث، بیروت)

طبرانی نے معجم کبیر میں اس حدیث کو روایت کیا اور بیہقی نے شعب الایمان میں اس حدیث کو لکھا ہے۔ امام مسلم نے صحیح مسلم شریف کی دوسری جلد میں اس حدیث کو روایت کیا ہے؛ اور صرف ایک حرف کے اختلاف کے ساتھ طبرانی اور شعب الایمان میں مَنَّ عَلَيْنَا بِكَ ہے اور مسلم شریف میں مَنَّ بِهٖ عَلَيْنَا ہے۔ مطلب ایک ہی ہے۔ فرق نہیں ہے، کیوں کہ بہ میں ضمیر کا مرجع اسلام ہے اور یقیناً اسلام کی وجہ سے احسان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے ہی سے ہوا ہے اور سند صحیح کے ساتھ یہ مضمون روایت کیا گیا ہے کہ:

جس وقت ہمارے نبی علیہ السلام وہاں تشریف لے گئے تو؛ سرکار علیہ السلام نے صحابۂ کرام سے پوچھ لیا:

مَا اَجْلَسَكُمْ

میرے صحابہ! یہ جلسہ کیسا ہے؟ کس محبت نے تمہیں بٹھا رکھا ہے؟ کیا بیان ہو رہا ہے، جو فرشِ زمین پر بیٹھ کر عرشِ بریں کی خبریں دیں...... وہ اپنی مسجد کے جلسے سے ناواقف نہیں تھے، پوچھنے میں حکمت یہ تھی کہ آج میرے کہنے پر میرے صحابہ جو جواب دیں گے اور پھر جب میں اس کی تصدیق کر دوں گا تو وہ کل قیامت تک کے آنے والے میرے غلاموں کا جواب بن جائے گا۔

علمِ غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انداز

بخاری شریف میں ہے۔ میرے نبی علیہ السلام کے پاس حضرت اُم حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آئیں اور کہنے لگیں: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! حارثہ میرا لاڈلا بیٹا شہید ہو گیا ہے۔ اگر وہ جنت میں پہنچ گیا ہے، پھر تو مَیں صبر کر لیتی ہوں اور اگر جنت میں نہیں پہنچا تو پھر مجھے رونے کی تو اجازت دے دو، مَیں اپنے حارثہ کو رو لوں۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں یہ نہیں فرمایا، جو آج کچھ لوگ نبوت کا تعارف کرواتے ہیں کہ وہ ہم جیسے اور ہم اُن جیسے۔ ہم میں اور اُن میں کوئی فرق نہیں۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ حارثہ کی امّی مجھ سے مسئلہ نماز کا پوچھو، روزے کی بات پوچھو۔ حارثہ کہاں گیا، یہ تو غیب کی بات ہے اور مَیں غیب جانتا نہیں ہوں۔ اور

جب ہم نے اُسے مٹی میں دفن کیا تو پھر وہ حارثہ اور کہاں گیا ہوگا۔ یہ تبصرہ نہیں کیا..... بلکہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يَا اُمَّ حَارِثَةَ اِنَّهَا جِنَانٌ فِي الْجَنَّةِ وَاِنَّ ابْنَكِ اَصَابَ الْفِرْدَوْسَ الْاَعْلٰى۔

(صحیح البخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب من اتاہ سہم غرب، جلد ۱، صفحہ ۳۹۴، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

حارثہ کی امّی! تم ایک جنت کی بات کرتی ہو۔ میرے رب کی تو بہت سی جنتیں ہیں اور میں جانتا ہوں کہ تیرا حارثہ کس جنت میں ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے اُمِّ حارِثہ! تیرا بیٹا تو سب سے اونچی جنت میں پہنچ چکا ہے۔

سات آسمانوں کے پار جنت ہے۔ تو جو مدینہ شریف میں بیٹھ کر سات آسمانوں کے اوپر جنت میں کسی کے پہنچنے کی اطلاع دیکھ کر دے سکتے ہیں، وہ اپنی مسجد کے جلسے سے ناواقف ہوں، یہ ہو نہیں سکتا تھا۔ بلکہ آپ نے امرِ عظیم کے لیے پوچھا، تاکہ صحابۂ کرام علیہم الرضوان جو جواب دیں گے، مَیں اس کی رجسٹریشن کر دوں گا۔ تصدیق کر دوں گا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر انعام اُتر جائے گا۔ تو قیامت تک جو میری بزم سجائیں گے ان کو جو بھی طعنہ دیں گے، وہ انھیں اپنا نہیں پورا جواب پڑھ کر سنا دیں گے۔

اب صحابۂ کرام علیہم الرضوان کا جواب سنو۔ صحابہ کیا جواب دیتے ہیں۔

میں عربی عبارات اس لیے پڑھ رہا ہوں، ایک تو کسی کو شک نہ رہے اور دوسرا یہ ہے کہ ہم چوں کہ اس محفل کی تقلید کر رہے ہیں، اسی محفل کا عکس ہم پیش کر رہے ہیں..... تو جن باتوں کی خوشبو وہاں تھی، ان کی خوشبو یہاں بھی ہو جائے۔

چوں کہ نبی علیہ السلام اور صحابہ کے الفاظ ہمارے لیے بہترین تبرّک ہیں اور محفل کے لیے بہترین مہک ہیں۔ جب نبی علیہ السلام نے پوچھا: میرے صحابہ تمہارے اس جلسے کا عنوان کیا ہے؟ آج تمہارے اس جلسے کا موضوع کیا ہے؟..... تو صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس کا موضوع بیان کیا۔ عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ!

جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللهَ وَنَحْمَدُهٗ عَلٰى مَا هَدَانَا لِلْاِسْلَامِ وَمَنَّ عَلَيْنَا بِكَ۔

خلاصہ یہ ہے؛ یارسول اللہ ﷺ! آج کے ہمارے اس جلسے کا موضوع بس یہ ہے کہ ہم سارے بیٹھ کر یہ کہہ رہے ہیں کہ ؎

فضلِ ربّ العلیٰ اور کیا چاہیے
مل گئے مصطفیٰ اور کیا چاہیے

جَلَسْنَا

اس کا معنی یہ ہے کہ ہم بیٹھے ہیں......

جیسے آج تم بھی بیٹھے ہو۔ صحابہ نے عرض کیا ہم بیٹھے ہیں۔

نَذْكُرُ اللهَ

خدا کو یاد کر رہے ہیں اور اس کو پکار رہے ہیں (جس طرح تم نعرۂ تکبیر لگاتے ہو)

وَنَحْمَدُهٗ

اور اس کی تعریف کر رہے ہیں...... (سبب کیا بنا)

عَلٰى مَا هَدَانَا لِلْاِسْلَامِ

اس رب نے ہمیں اس دین اور اسلام کی ہدایت دی ہے۔

وَمَنَّ عَلَيْنَا بِكَ

اور اُس رب نے آپ کو بھیج کر ہم پر کرم فرمایا ہے۔

وَمَنَّ عَلَيْنَا ...... اُس نے ہم پہ احسان کیا؛ بِكَ ...... تمہارے صدقے، تمہاری وجہ سے، تمہاری آمد سے، تمہاری جلوہ گری سے، تمہاری ولادت سے جو ہم پہ احسان ہوا ہے...... ہم اس کا حوالہ دے رہے ہیں۔ رب کا شکر ادا کر رہے ہیں۔

اہلِ حق! مبارک ہو تمہیں؛ صدیاں گزر گئی ہیں، آج تم بھی اس موضوع کا جلسہ منعقد کرتے ہو، جس میں روح یہ ہوتی ہے کہ اُمت کے افراد باوضو، با ادب بیٹھ کر رب کا شکر ادا کرتے ہیں...... کہ اے اللہ! تو نے انھیں بھیجا، ہم پر کرم فرمایا ہے۔ صحابۂ کرام علیہم الرضوان کہنے لگے:

وَمَنَّ عَلَيْنَا بِكَ

(صحیح المسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن؛ سنن الترمذی، کتاب الدعوات

عن رسول اللہ ﷺ ماجاء فی القوم یجلسون فیذکرون اللہ عزوجل)

ہم یہ بیان کر رہے ہیں کہ اس جلسے کا موضوع نماز کے مسائل نہیں ہے۔ اس جلسے کا موضوع روزے کے احکام نہیں ہے۔ اس جلسے کا موضوع حج کا طریقہ نہیں۔

پیکر حبیب کبریا ﷺ کی برکتیں

یا رسول اللہ ﷺ! ہم سارے بیٹھ کر اس بات کو بیان کر رہے ہیں کہ ایک وقت تھا ہمیں کوئی جانتا نہیں تھا...... کوئی پوچھتا نہیں تھا...... ہماری کوئی حیثیت نہیں تھی...... ہم عرب کے وحشی ماحول میں رہنے والے تھے...... تہذیب وتمدن، سوی لائزیشن (Civilisation) سے ہمارا کوئی تعلق نہیں تھا...... اندھیروں میں ہمارے بسیرے تھے اور صراطِ مستقیم سے کوسوں دور ہمارے ڈیرے تھے...... آج وقت وہ آیا ہے...... تمہاری ولادت اور جلوہ گری سے اتنی عظمت ملی ہے کہ اب بلال اگر زمین پر چلے تو قدموں کی آہٹ جنت میں سنائی دیتی ہے۔

اب فرشتے جھک جھک کے ہمیں سلام کرتے ہیں...... اب ہمیں ہدایت کا ستارہ کہا جاتا ہے...... اب صراطِ مستقیم کا تعارف ہمارے ناموں سے ہوتا ہے...... اب ہم فرش پہ ہوتے ہیں، ہمارے چرچے عرش پہ ہوتے ہیں ؎

جب تک بکے نہ تھے کوئی پوچھتا نہ تھا
تم نے خرید کے ہمیں انمول کردیا

یا رسول اللہ ﷺ! تمہاری آمد سے جو کانٹے گلاب بن گئے اور ذرّے آفتاب بن گئے...... ہم اس کا ذکر کر رہے ہیں...... رب کا شکرادا کر رہے ہیں...... یہ جواب صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے جلسہ منعقد کرنے پر دیا۔

جب نبی علیہ السلام نے ان کا یہ جواب سنا، تو اس پر کئی تبصرے ہو سکتے تھے۔ جن لوگوں کی آج یہ رائے ہے کہ یہ ٹائم ضائع کرنے کے لیے بیٹھے ہوئے ہیں...... تو نبی علیہ السلام کے صحابہ کا ٹائم ہم سے کئی ہزار مرتبہ قیمتی تھا۔

صحابۂ کرام کے ایک ایک لمحے کی قدر و قیمت

ابن ماجہ شریف میں یہ حدیث شریف ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما صحابہ کے ٹائم کی

دیکھو! وقت کی قیمت بتاتے ہوئے فرماتے ہیں:

لَمَنَامُ اَحَدِهِمْ سَاعَةً خَيْرٌ مِنْ عَمَلِ اَحَدِكُمْ عُمْرَهُ۔

(مرقاۃ شرح مشکوۃ، جلد ۱۱، صفحہ ۲۷۳، مکتبہ امدادیہ، ملتان)

اے بعد والو! تم زندگی بھر کی نمازیں، روزے، حج، زکوۃ، جہاد اور تہجد اور سارے اچھے کام ایک پلڑے میں رکھو اور صحابی کی ایک لمحے کی نیند دوسرے پلڑے میں ہو تو ان کی نیند والا پلڑا بھاری ہو جائے گا۔

کتنا زرخیز وقت ہے صحابۂ کرام کا۔ انھوں نے ٹائم نکالا ہے اور پھر نبی علیہ السلام نے سُن کر یہ نہیں فرمایا کہ میرے صحابہ کتنا جہاد کرنا ابھی باقی ہے، کتنی تبلیغ ابھی باقی ہے اور تم بیٹھے جلسے منعقد کر رہے ہو۔ ابھی تو لوگوں کو کلمہ پڑھانا ہے...... میں نے آنا تھا، آ گیا ہوں۔ احسان ہونا تھا، ہو گیا۔ اب اس احسان پر جلسوں کی ضرورت کیا ہے؟ یہ بھی سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما سکتے تھے۔

کیوں کہ نبی علیہ السلام سے بڑھ کر اُمت کے ٹائم کی قیمت کو کون جان سکتا ہے اور کون حفاظت کر سکتا ہے۔ میرے محبوب علیہ السلام نے نہ غصے کا اظہار کیا، نہ ناراضی کا اظہار کیا اور نہ ہی کوئی ایسا تبصرہ کیا۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ قسم لی اس عمل کے لیے؛ جس کی کوئی مثال نہیں تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

آللهِ مَا اَجْلَسَكُمْ اِلَّا ذَالِكَ؟

میرے صحابہ! اب تم مجھے حلف دو کہ واقعی تم بیٹھے یہ باتیں کر رہے تھے۔

ہزاروں حدیثوں کا ذخیرہ جو میری نظر کے سامنے ہے، اس ذخیرے سے یہ بات کہہ رہا ہوں کہ نبی علیہ السلام کے سامنے صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے کسی کام کے لیے کہا ہو کہ ہم یہ کام کر رہے ہیں...... نبی علیہ السلام نے اس پر قسم نہیں مانگی۔ یہاں باقاعدہ حلف چاہا کہ واقعی تم میری آمد کا ذکر کر کے رب کا شکر ادا کر رہے ہو۔

صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے باقاعدہ حلف دیا۔ لفظ یہ تھے:

وَاللهِ مَا اَجْلَسَنَا اِلَّا ذَالِكَ

خدا کی قسم! ہمارا اور کوئی مقصد نہیں۔ بس یہ ہی کہہ رہے تھے ۔

فضل ربِّ العلیٰ اور کیا چاہیے
مل گئے مصطفیٰ اور کیا چاہیے

جب یہ حلف ہو گیا تو نبی علیہ السلام کی نگاہ چوں کہ سارے حالات دیکھ رہی تھی۔ آج جب ہم نے اس حدیث کو بیان کرنا تھا تو تھرڈ پرسن (تیسرے درجے کے) لوگوں نے یہ سُن کر کہا کہ میلاد کا ثبوت دیتے دیتے مزید پھنس گئے...... کیسے...... کہ اِدھر تو تمہارا عقیدہ یہ ہے کہ پیغمبر دِلوں کی باتیں بھی جانتے ہیں اور اُدھر حلف کیوں لے رہے ہیں؟ قسم تو وہ لیتا ہے جس کو پتہ نہیں کہ دل میں کیا ہے، تاکہ تاکید کی جائے۔ حلف وہ لیتا ہے جو دل سے بے خبر ہے...... تو اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دل کی بات جانتے تھے تو قسمیں لینے کی ضرورت کیا تھی؟ ویسے جب جانتے تھے تو پھر حلف کیوں لیا؟ آج کسی نے اعتراض کرنا تھا میرے نبی علیہ السلام نے اسی جلسے میں جواب دے دیا ؎

تیری نظر خارزار شب میں گلاب تحریر کر چکی تھی
اُجاڑ نیندوں کے خواب میں انقلاب تحریر کر چکی تھی
میرے ذہن کے فلک پر جو سوال چمکے تو میں نے دیکھا
تیرے زمانے کی خاک ان کے جواب تحریر کر چکی تھی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنِّی لَمْ اَسْتَحْلِفْکُمْ تُهْمَةً لَکُمْ

صحابہ سنو! میں نے شک کی وجہ سے حلف نہیں لیا۔ مجھے تمہارے کام کے بارے میں شک نہیں تھا۔ میں نے حلف کیوں لیا؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: تمہارے عمل کی عظمت کو ظاہر کرنا تھا اور جو تم نے محفل منعقد کی اس کا اعزاز بتانا تھا۔

اِنَّهُ اَتَانِیْ جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ، فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ یُبَاهِیْ بِکُمُ الْمَلَائِکَةَ۔

میرے صحابہ تم تھے بزمِ میلاد میں، اور میں تھا کاشانۂ نبوت میں۔ میرے رب نے مجھے بھی دیکھا، تمہیں بھی دیکھا۔ تو رب ذوالجلال نے جبریل علیہ السلام کو میرے پاس بھیجا۔

ابھی وہ مجھے پیغام دے کر گئے ہیں کہ پیغمبر اپنے صحابہ کو بتا دو کہ رب یہ فرما رہا ہے کہ: اے فرشِ زمیں پر محفلِ میلاد منانے والو! عرشِ بریں پر رب تمھیں یاد فرما رہا ہے:

اَتَانِیْ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ، فَاَخْبَرَنِیْ

میرے پاس جبریل امیں آئے، انھوں نے مجھے خبر دی۔

اَنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ یُبَاھِیْ بِکُمُ الْمَلَائِکَۃَ۔

بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری وجہ سے فرشتوں کے سامنے فخر کر رہا ہے۔

(صحیح المسلم، کتاب الذکر والدعا، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن؛ سنن الترمذی، کتاب الدعوات عن رسول اللہ ﷺ ما جاء فی القوم یجلسون فیذکرون اللہ عزوجل)

رب ذوالجلال فرشتوں کو تمہاری طرف متوجہ کر کے، تمہارا جلسہ دکھا کر رب فرشتوں کو کہتا ہے: یہ ہوتے ہیں اُمتی۔ یہ ہیں میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلام۔ یہ احسان فراموش نہیں نکلے کہ پیغمبر سے قرآن تو وصول کر لیں...... ایمان تو وصول کر لیں۔ لیکن اپنے نبی علیہ السلام کو بھول جائیں۔

اے میرے فرشتو! آج بھی ان کو دیکھو...... وہ بیٹھ کر میرا شکر ادا کر رہے ہیں۔ تو رب ذوالجلال اس بزم کو دیکھ کر آسمان پر فخر فرما رہا تھا...... فخر ذکر کے بغیر نہیں ہوتا۔ ہر ایک کا نام لیا۔ ہر ایک کا چرچا ہوا...... تو محفلِ میلاد رسم نہیں، رواج نہیں۔ یہ معمولی کارِثواب نہیں۔ اتنا بڑا کارِثواب ہے کہ اس کا اجتماع تو فرشِ زمیں پر ہوتا ہے...... لیکن حاضری عرشِ بریں پر لگائی جاتی ہے۔

آج کسی کا نام کوئی تھانے، کچہری میں لے لے...... کسی دفتر میں لے لے، تو وہ خوشی سے پھولے نہیں سماتا...... میرا نام تھانوں میں چلتا ہے، ایوانوں میں گھومتا ہے...... کہاں کے یہ ایوان؛ اور کہاں وہ احکم الحاکمین کی بارگاہ۔

محفلِ میلاد میں بیٹھنے کی فضیلت

محفلِ میلاد میں آنے والو! یہاں بڑے مقدّر والا کوئی آتا ہے۔ ایک سادہ بندہ جسے محلّے میں بھی کوئی جانتا نہ ہو۔ اس بزم کا کمال ہے کہ جب وہ اس محفلِ میلاد میں آ بیٹھتا ہے تو اُس وقت وہ بیٹھا تو فرشِ زمیں پر ہے...... لیکن اس کا چرچا عرش پہ ہو گیا ہے۔ بات سوچنے کی

ہے.....جن کا نام سننے سے اتنا کام بنتا ہو، ان کی ذات کے فیض کا عالم کیا ہوگا۔ کہاں تک انسان کو پہنچایا گیا اس کی عظمت کتنی بڑی ہے.....رب ذوالجلال نے نام لیا۔ فرشتوں فلاں بھی بیٹھا ہے۔ فلاں بھی بیٹھا ہے۔ فلاں بھی آ گیا ہے۔ رب ذوالجلال تذکرہ بھی کر رہا ہے اور ساتھ اپنے بندوں کی وجہ سے فرشتوں کے سامنے فخر فرما رہا ہے۔

صحابۂ کرام کا عمل اور جشن میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جس وقت عرش سے یہ پیغام آیا.....ٹھیک اُس وقت صحابہ کا عمل کیا تھا؟ کیا میدانِ بدر میں تھے؟ یا اُحد میں تھے؟ وہ خندق میں تھے یا حنین میں تھے؟ وہ کعبہ شریف کا طواف کر رہے تھے یا عرفات میں وقوف فرما رہے تھے؟ وہ حالتِ رکوع میں تھے یا حالتِ سجود میں تھے؟...... کیا عمل تھا اُن کا؟......ربِ کعبہ کی قسم ہے، یہ سب کام بھی انھوں نے بارہا کیے مگر جس وقت کی مَیں بات کر رہا ہوں، اُس وقت صحابۂ کرام علیہم الرضوان نہ بدر میں تھے، نہ اُحد میں تھے، نہ خندق میں تھے، نہ حنین میں تھے، نہ یرموک میں تھے، نہ تبوک میں تھے، نہ حالتِ طواف میں تھے، نہ حالتِ سجود میں تھے، نہ حالتِ وقوف میں تھے...... بلکہ وہ تو محفلِ میلاد میں تھے۔ انھوں نے ثابت کیا کہ بعد والو! سوچنا ہم سے بڑا متقی کون ہوسکتا ہے اور ہم سے بڑا ٹائم کی اہمیت کو جاننے والا اور کون ہوسکتا ہے۔

ہم بدر میں بھی جاتے ہیں، اُحد میں بھی جاتے ہیں، خندق میں بھی جاتے ہیں، حنین میں بھی جاتے ہیں، نماز بھی پڑھتے ہیں، روزہ بھی رکھتے ہیں، حج بھی بڑا ضروری ہے، جہاد بھی ضروری ہے.....مگر بیٹھ کر کچھ وقت محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد بھی ضروری ہے۔

صحابۂ کرام علیہم الرضوان کا جو یہ مقدس عمل تھا اس کو رب ذوالجلال نے پسند کیا اور فرشتوں کے سامنے ان پر فخر کیا۔ آج بھی ہمیں اُمید ہے کہ کوئی شخص رِیا کے بغیر آداب کے ساتھ ایسی محفل میں آجاتا ہے، اُس پر بھی ابرِ کرم برسنے کی قوی اُمید ہے؛ اللہ کے فضل سے۔ اس واسطے کہ ایسے اعزاز اُمت کے لیے عام ہوتے ہیں۔

میدانِ عرفات میں حاجیوں کو رب کا سلام

حدیثِ صحیح میں ہے کہ میرے نبی علیہ السلام میدانِ عرفات میں ہیں۔ حج کا موقع

ہے۔شام کا وقت ہو گیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہا کہ بلال! لوگوں سے کہو کہ چپ ہو جائیں۔ مَیں اُن سے بات کرنا چاہتا ہوں۔لبیك اللّٰھم لبیك کی صدائیں جب کچھ دھیمی ہوتی ہیں..... تو میرے نبی علیہ السلام کی آواز گونجتی ہے: عرفات والو! خوش ہو جاؤ۔ عرش سے رب نے تمہیں سلام بھیجا ہے۔ صحابہ کی حیرت اور خوشی کی کوئی حد نہ رہی ؎

کہاں مَیں اور کہاں یہ نکہتِ گل
نسیمِ صبح تیری مہربانی

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! تمہاری غلامی ہمیں میسّر نہ آتی تو ہمیں کون عرش سے سلام بھیجتا۔ ہمیں محلّے میں کوئی جاننے والا نہیں تھا۔ عرش سے سلام آیا ہے۔ سب بڑے خوش ہیں۔ صائبِ فکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور ہماری نمائندگی بھی کر دی۔ پوچھنے لگے: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! یہ جو ہمیں سلام آیا ہے..... یہ ہمارے ساتھ خاص ہے یا بعد والوں کو بھی آیا کرے گا؟

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں صحابہ کا عقیدہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اِس سوال سے بھی پتہ چل رہا ہے کہ ان کا نبوت کے بارے میں یقین کیا ہے۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ نہیں سمجھتے کہ پیغمبر کو تو (معاذ اللہ) کل کی بھی خبر نہیں۔ اگر یہ عقیدہ ہوتا تو قیامت تک کی خبر نہ پوچھتے۔ لیکن انھوں نے پوچھا ہے: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! کیا بعد والوں کو بھی یہ سلام آیا کرے گا؟..... تو میرے نبی علیہ السلام نے بھی فوراً جواب دیا: عمر! سُن لو۔ آج تمہیں یہ سلام آیا ہے اور قیامت تک جو بھی میرا اُمتی اُس وقت یہاں ہو گا..... اُس کو بھی رب کا سلام آئے گا..... تو پتہ چلا قیامت تک جب سلام آئے گا تو پھر جو بزم وہاں سجی تھی اُس پہ جو انعام آیا ہے، وہ بھی قیامت تک آئے گا۔ جو اِس طرز پر، اس موضوع پر، آداب پر؛ آداب کے ساتھ جشن منائے گا، بزم سجائے گا..... رب ذوالجلال کی طرف سے اُس پر فضل ہو گا؛ اور پھر اس لحاظ سے اس وقت تو ولادت کو ابھی اتنے سال نہیں ہوئے تھے..... یہ جو صدیوں بعد بھی بھولنے والے نہیں ہیں تو رب ذوالجلال ان پر بھی ضرور ابرِ کرم برسائے گا۔

یہ ہے اصل محفل کی؛ جو میلاد صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے منعقد کی۔

اب اس پر کچھ یہ بھی تبصرہ ہے..... لوگ کہتے ہیں یہ تم جھنڈیاں لگاتے ہو، صحابہ

جھنڈیاں نہیں لگاتے تھے......تم دیگیں پکاتے ہو، وہ دیگیں نہیں پکاتے تھے......تم بینر پوسٹر لگاتے ہو، وہ بینر پوسٹر نہیں لگاتے تھے۔ یہ چیزیں ثابت کرو۔ تو پھر ہم سمجھیں گے کہ جائز ہے۔

اصل محفلِ میلاد کی جو روح ہے وہ میں نے تمہارے سامنے حدیث پیش کی۔ ایسے ایک نہیں ہمارے پاس اس کے علاوہ بھی متعدد دلائل ہیں۔ چونکہ رب ذوالجلال جب قرآن میں کہہ رہا ہے:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ۔

(پارہ ۱۱، سورۃ یونس، آیت ۵۸)

تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہیے کہ خوشی کریں وہ ان کے سب دھن دولت سے بہتر ہے۔ (کنزالایمان)

اللہ کے فضل اور رحمت کے حصول پر اظہارِ خوشی کیا جائے تو صحابہ اس پر عمل کر رہے تھے......تو اگر فضل صرف اُن پر ہی ہوتا تو خوشی صرف وہ کرتے......اور اگر ایمان ہمارے کلیجوں میں بھی ہے تو فضل ہم پر بھی ہوا ہے......جیسے ان کا خوشی کا انداز تھا، ہم پر بھی خوشی کا منانا لازم ہو گیا ہے۔

یہ جو فرق ہے اگر جھنڈیاں دکھاؤ تو پھر ہم میلاد منائیں گے۔ میں اس کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں اور ان لوگوں کو ٹھنڈے دل سے دعوتِ فکر دینا چاہتا ہوں کہ ہمارے حالات اور ہیں، ہماری مصروفیات اور ہیں، ہمارے احوال اور ہیں......بعد والوں کو ہر بات میں صحابہ کے ساتھ ملایا نہیں جا سکتا......اور اگر کوئی شخص ایسا کر سکتا ہے تو پھر اس کو اِس محفلِ میلاد کے علاوہ بھی کچھ سوچنا چاہیے۔

صحابۂ کرام علیہم الرضوان میں سے کسی کا گھر ظاہر میں آج کے بنگلوں جیسا نہیں تھا۔ ایک صحابی نے جب گھر اونچا بنوایا......دوسرے دن نبی علیہ السلام وہاں سے گزرے۔ صحابی جب ملنے آئے تو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چہرۂ مبارک پھیر لیا، سلام نہیں لیا۔ اب صحابی کو جب ایسی صورتِ حال نظر آئی کہ سب کچھ جنھوں نے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے چھوڑا ہوا تھا، اُن سے یہ کیسے برداشت ہو سکتا تھا کہ محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھ سے ناراض رہیں۔ لہٰذا وہ صحابی دوستوں سے

پوچھنے لگے۔ کیا ہوا! میرے نبی علیہ السلام ناراض کیوں ہو گئے؟ تو دوستوں نے کہا کہ کل تیرے مکان کے پاس سے گزر رہے تھے۔ تو تیرا اونچا گھر دیکھا۔ رسولِ کریم ﷺ نے پوچھا تھا کہ یہ گھر کس کا ہے؟ تو ہم نے بتایا تھا۔ اُس وقت سے وہ ناراض ہیں......

صحابی اُٹھے۔ اپنا گھر گرایا اور کہنے لگے: محبوب! جس گھر کو دیکھ کر تم ناراض ہو جاؤ، ہمیں چین کیسے آئے گا۔

اب ذرا غور کریں کہ اُس وقت صحابی تین منزلہ مکان بھی نہ بنائے اور آج کا اُمتی دس منزلہ بنالے...... اُس وقت یاد نہ آئے کہ صحابی کا عمل کیا تھا...... اور محفلِ میلاد میں کہے کہ جیسے اُن کا عمل تھا، ایسے ہی ہونا چاہیے۔ وہ صحابہ جو صفّہ پر بیٹھنے والے ہیں۔ ایک کپڑا ہے جو زیبِ تن کیا ہوا ہے...... اوپر لینے کے لیے کسی کو چادر نہیں ملتی۔ کسی کو قمیص نہیں ملتی۔ اس وقت ان کا یہ زندگی گزارنے کا طریقہ تھا۔

آج اگر کوئی دھوتی پہ گزارا کرتا ہے تو وہ ہم سے یہ مطالبہ کرلے...... لیکن اگر بیس بیس سوٹ پہنتا ہے...... تو پھر وہاں بھی صحابہ کا طرزِ عمل یاد آنا چاہیے۔ صحابہ آدھی کھجور پر ہفتہ گزارا کریں اور یہ ایک وقت کھانے میں دس ڈشیں استعمال کرے اور اس کو دین سمجھے اور کہے کہ یہ جائز ہے...... اس واسطے ربِ ذوالجلال کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: جس کے پاس نعمتیں ہوں، اس کو نعمت کا اظہار بھی کرنا چاہیے...... تو میں کہتا ہوں اگر کپڑے پہنتے وقت نعمت کا اظہار شریعت ہے تو میلاد مناتے وقت بھی جشن کا اظہار شریعت ہے...... صورتِ حال کو ٹھنڈے دل سے سوچنے کی ضرورت ہے۔

صحابۂ کرام اصل ہیں اور بعد والے فرع ہیں

صحابۂ کرام علیہم الرضوان دین کی اصل ہیں اور بعد والے فرع ہیں۔ اصل جڑ کو کہتے ہیں اور فرع ٹہنی کو کہتے ہیں۔ صحابہ جڑ ہیں، بعد والے ٹہنی ہیں۔ صحابہ جڑیں اور کتنی گہری جڑیں۔ صدیاں گزر گئیں آج تک اس درخت کو کوئی ہٹا نہیں سکا۔ صحابہ جڑ ہیں ہم ٹہنی ہیں، اس میں کسی کو اختلاف نہیں۔ ہم اصل نہیں بلکہ ہم ٹہنی ہیں۔ جڑ تو صدیق اکبر ہیں، جڑ تو عمر فاروق ہیں، جڑ حضرت عثمان ہیں، جڑ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔ وہ جڑیں ہیں، بعد میں کوئی

غوث ہو، قطب ہو، جو کچھ بھی ہو، جتنا بڑا رتبہ ہو وہ ٹہنی ہے، وہ جڑ نہیں ہے۔

جڑ اور ٹہنی کا مسلک

جڑ اور ٹہنی کا مسلک ایک ہوتا ہے، مشن ایک ہوتا ہے...... مگر خوشبو ٹہنی کے پھول سے آتی ہے، سوز جڑ میں ہوتا ہے مگر پھل ٹہنی سے ملتا ہے، سایہ زمانے کو ٹہنی سے ملتا ہے...... جڑ اصل پاور ہے، ٹہنی اس کا ایک رُکن ہے۔ جڑ کی ڈیوٹی ٹہنی دے رہی ہے...... مشن ایک، مسلک ایک، ضابطہ، حیثیات بھی ایک لیکن فرق بھی ہے۔ اگر چہ جڑ اور ٹہنی کا مشن ایک ہے مگر فرق بھی واضح ہے کہ:

جڑ پر کوئی پتہ نہیں ہوتا...... ٹہنی پتوں سے خالی نہیں ہوتی۔

جڑ پر پھول نہیں ہوتے...... ٹہنی پر پھول ہوتے ہیں۔

جڑ نیچے جاتی ہے...... اور ٹہنی اوپر آتی ہے۔

جڑ دبی ہوئی ہوتی ہے...... ٹہنی ننگی ہوتی ہے۔

جڑ جمی ہوتی ہے...... ٹہنی وجد بھی کرتی ہے۔

اب اگر کوئی دُنیا کا دانش ور کسی ٹہنی کو پکڑ کر بیٹھ جائے اور اسے طعنے دے، روزانہ کہے...... ٹہنی تو بدعتی ہو گئی۔ اس ٹہنی نے کہا کہ تجھے کیا ہوا؟...... آگے وہ کہتا ہے کہ تم نے تو جڑ والا مسلک ہی بدل لیا۔ تیری جڑ کا مسلک اور تھا اور تیرا اور ہو گیا۔ تو ٹہنی نے کہا کہ ثبوت پیش کرو۔ تو وہ کہتا ہے کہ یہ پتّے ہیں تجھ پر جب کہ تیری جڑ پر تو کوئی پتّا نہیں تھا...... اگر تو جڑ والی ہے، جڑ کے مسلک والی ہے تو تجھ پر بھی پتّے نہیں ہونے چاہیے تھے۔ تو ٹہنی نے سر ہلا کر کہا: زمانے کے بے وقوف! میرے پتّوں کو تو نے بدعت بنایا ہے۔ جس کی جڑ ہوتی ہے، اس کے پتّے ضرور ہوتے ہیں۔ جڑ نہ ہو تو پتّے نہیں ہوتے۔ جڑ ہو تو پتّے ہوتے ہیں۔ اب جڑ اور ٹہنی کا مسلک ایک ہے مگر فرق ہے۔ جڑ کے جڑ ہونے کا لحاظ ہے اور ٹہنی کے ٹہنی ہونے کا لحاظ ہے۔ اب مشن ایک، مقصد ایک مگر پھر بھی فرق ہے۔ ٹہنی کو جڑ نہیں بنایا جا سکتا...... جڑ کو ٹہنی نہیں بنایا جا سکتا۔

صحابۂ کرام کا اور ہمارا مسلک ایک ہے

لہٰذا ہمارا اُصول ایک ہے؛ صحابہ کے ساتھ ہمارا مسلک ایک، ہمارا دین ایک؛ مگر صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے اپنے احوال کے مطابق اپنی بزم سجائی ہے اور بعد والوں نے اپنے

شوق سے محفل منائی ہے۔ اب دیکھو ناں! بات کرنی آسان ہے۔ جب حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ بخاری لکھنے لگے تھے تو یہ ہی اعتراض ان پر بھی تھا کہ بخاری! جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو جلدوں میں کتاب نہیں لکھی تو تم کیوں لکھتے ہو؟...... اے امام مسلم! تم مسلم شریف کیوں لکھتے ہو، جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہیں لکھی......تو کیا امام بخاری نے ان لوگوں کی فکر کو قبول کیا؟ نہیں بلکہ انھوں نے کتابیں لکھیں اور بتایا وہ جڑیں ہیں، ہم ٹہنی ہیں۔ جڑ نے جڑ والے کام کیے اور ٹہنی نے ٹہنی والے کام کیے۔ کیوں کہ ہمیں ہزار کتابیں پڑھنے سے بھی وہ علم نہیں آتا جو صحابہ ایک نگاہ دیکھتے تھے تو پڑھ جاتے تھے۔ اب بعد والے کتابیں بھی نہ لکھیں اور وہ نگاہ بھی نہ ملے تو جائیں گے کہاں!!!

میرے بھائیو! ہم دس گھنٹے کی محفلِ میلاد منائیں؛ اور سارے خیالات ذہن سے نکال دیں اور گنبد خضریٰ کی طرف متوجہ رہیں۔ حلیہ مبارک سنتے رہیں۔ درود و سلام پڑھتے رہیں۔ سیرتِ طیبہ کے فضائل کا بیان ہوتا رہے تو دس گھنٹے میں بھی ہمیں وہ لذت نہیں آسکتی جو صحابہ کو ایک سیکنڈ میں آجاتی تھی۔ تو جب ان کا مرتبہ یہ ہے تو ہمیں کیسے ان کے ساتھ ملایا جاسکتا ہے۔ اب امام بخاری نے بخاری لکھ کر کہا مجھ پہ کوئی اعتراض نہ کرے۔ وہ جڑ کا اپنا گزارا تھا، ہم ٹہنیوں کا اپنا گزارا ہے۔ ہم ضرور لکھیں گے۔ کیوں کہ اصل موجود ہے کہ سرکار سے دو صفحے لکھوانا جب حدیث سے ثابت ہے تو پھر دو جلدیں ثابت ہو جائیں گی۔

صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے جب بیٹھ کر بزم سجائی تو اس بزم کی پیٹھ پر آج کا یہ پورا گلشن آباد ہو چکا ہے۔ صحابہ جڑ ہیں، بخاری و مسلم ٹہنی ہیں۔ یہ سارے مدارس ٹہنیاں ہیں۔ یہ آج کے دور کی مساجد ٹہنیاں ہیں۔ اس وقت تو پکّی مسجد نہیں ہوتی تھی۔ اُس وقت دیر تک فتویٰ رہا کہ مسجدیں جو ہیں اُن کو پختہ نہ بنایا جائے۔ چونا گچ نہ کیا جائے۔ یہی اُمت میں رائج رہا اور پھر دیکھیے تصوف ہو، فقہ ہو، اُصولِ حدیث ہو، صَرف و نحو ہو...... یہ سب کچھ ٹہنیاں ہیں۔ ان میں سے کوئی چیز بھی صحابہ کے زمانے میں موجود نہیں تھی۔ سبب یہ تھا کہ ان کو کچھ کرنے کے لیے سارے فنون کی ضرورت نہیں تھی۔ ان کے لیے نگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کافی تھی۔ اب دیکھنا جڑ کے لیے جو انداز ہے، یقیناً ٹہنی کے لیے نہیں۔ ہاں مسلک ایک ہے۔ مشن ایک ہے۔ اُصول،

ضابطہ ایک ہے۔ قرآن وسنّت میں سے مخالفت کسی چیز کی نہیں ہوگی۔ ہاں فرق جو ہے وہ بتا جائے گا۔

صحابہ کرام کے جھنڈیاں نہ لگانے کی وجہ

پہلی وجہ...... اب دیکھو جس زمانے میں قرآن لکھنے کے لیے کاغذ نہ ملتا ہو اور قرآن لکھا جائے ہڈیوں پر، قرآن لکھا جائے پتوں پر، قرآن لکھا جائے پتھروں پر...... تو اس زمانے میں بارہ ربیع الاوّل شریف کی جھنڈیوں کو ڈھونڈنا یہ حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔

دوسری وجہ...... حضرت سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اُحد میں شہید ہو گئے، کفن کے لیے کپڑا نہیں تھا۔ وہی دھوتی (کپڑا) جو انھوں نے باندھی ہوئی تھی، شہادت کے بعد وہی اوپر دی گئی ہے۔ اور پھر کیا ہوا کہ سر پر ڈالتے تھے تو قدم ننگے ہو جاتے تھے۔ قدموں پر ڈالتے تھے تو سر ننگا ہو جاتا تھا۔ کتنی چھوٹی دھوتی تھی۔ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ سید الشہداء ہیں۔ ہمارے نبی علیہ السلام کے چچا ہیں، مگر کفن کے لیے کپڑا نہیں مل رہا۔ میرے محبوب علیہ السلام فرمانے لگے: میرے صحابہ! میرے چچا کے سر پر کپڑا ڈال دو اور قدموں پر ان کے گھاس ڈال دو۔ اب جب حضرت سید الشہداء رضی اللہ عنہ کی تدفین کے وقت کفن کا کپڑا نہ ملتا ہو تو اُس زمانے کی بارہ ربیع الاوّل میں بینر کا کپڑا کہاں سے آئے۔

سوچو! بات سوچنے والی ہے۔ تبوک کی طرف قافلہ جا رہا تھا۔ صحیح مسلم (کتاب الایمان) میں موجود ہے۔ میرے نبی علیہ السلام کا کارواں جب جا رہا تھا راستے میں۔ چوں کہ سب سے لمبا سفر تبوک والا ہی تھا۔ راستے میں راشن ختم ہو گیا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے تجاویز پیش کیں۔ کہنے لگے: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! اونٹ ذبح کر لیں، زندگی تو بچائیں۔ تو میرے نبی علیہ السلام کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ آ گئے۔ کہنے لگے: میرے محبوب! میری تجویز بھی سُن لو۔ میں اونٹ کو ذبح کرنے کے حق میں بھی ہوں، پھر ذبح کیسے کریں گے؟...... میں یہ کہتا ہوں، جس کے پاس جو بچا ہوا ہے وہ آپ کے سامنے لے آئے۔ آپ اس پر ختم پڑھ دیں، دعا مانگ دیں...... سب کی بوریاں بھر جائیں گی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تجویز مان لی گئی۔ اعلان ہو گیا، جو کچھ کسی کے پاس ہے وہ لے

آئے، ڈھیر کر دے۔ اب سارا لشکر جو ہزاروں پر مشتمل ہے، ان کے توشہ دان کی تلاشی لی گئی۔ سب نے جو کچھ تھا جھاڑا، اکٹھا کیا۔ کھانے والی چیزیں، روٹی کا ٹکڑا، کھجور آدھی اور کھجوروں کی گٹھلیاں...... سب کچھ جمع کر کے لے آئے۔ تو وہ کتنا ڈھیر بنا۔ جتنا بیٹھی ہوئی بکری کا جسم ہوتا ہے۔ اور اس میں واضح تعداد گٹھلیوں کی تھی...... میرے نبی علیہ السلام نے دُعا مانگ دی۔ آج کی پلیٹ پر دُعا مانگے تو شرک کے فتوؤں کی زد میں آجاتا ہے۔

............وہی ہوا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے تھے۔ سب کی بوریاں بھر گئیں، ساری کمی دور ہوگئی...... محدثین نے یہاں پر بحث کی ہے کہ اعلان تو یہ ہوا تھا کہ کھانے والی چیزیں لائی جائیں تو گٹھلیاں کیوں لے آئے؟ ڈھیر میں ایک تعداد تو گٹھلیوں کی تھی۔ حالانکہ کھجور تو کھائی جاتی ہے، گٹھلی پھینک دی جاتی ہے۔ گٹھلیاں کیوں اسٹور کرتے تھے؟......

محدثین کہتے ہیں: لوگو! اعتراض نہ کرو۔ تمھیں پتہ نہیں کہ وہ زمانہ کیسا تھا۔ جب صحابہ جہاد کر رہے تھے، کھجور کھا کر گٹھلیاں نہیں پھینکتے تھے بلکہ سنبھال کے رکھتے تھے۔ اس لیے کہ جب کچھ بھی نہیں ملے گا، منہ میں دو گٹھلیاں رکھیں گے، ساتھ پانی پئیں گے تو کچھ نہ کچھ پانی میٹھا ہو جائے گا۔ کچھ نہ کچھ غذائیت مل جائے گی۔

صحابۂ کرام کے لنگر نہ پکانے کی وجہ

اب سوچو جس زمانے میں گٹھلیوں سے یوں غذائیت حاصل کی جاتی ہو، اس زمانے میں بارہ ربیع الاوّل شریف میں میلاد کے لنگر کی دیگیں ڈھونڈنا یہ بھی کوئی عقل کی بات ہے...... صحابۂ کرام علیہم الرضوان کا اپنا انداز تھا۔ اس کے مطابق بھرپور طریقے سے انھوں نے بزم کو سجایا اور آج کے ماحول کے مطابق بعد میں آنے والی اُمت نے اپنے انداز میں میلاد منایا ہے۔

صحابۂ کرام کا ہر لمحہ ہی محفلِ میلاد میں

پھر اس سے بھی اگلا مسئلہ ہے اس کو بھی سوچنا چاہیے۔ صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے اپنی زندگی میں کسی گستاخ کو سر نہیں اُٹھانے دیا۔ ان کی چمکتی تلواریں میلاد منا رہی ہیں بدر میں...... اُحد میں...... خندق میں۔ یہ اُن کی غیرت ہے اور ہر منٹ اُن کا میلاد کا ہے۔ لہٰذا صحابۂ کرام کے لیے یہ کہنا کہ سال کے بعد میلاد مناتے تھے؟ یہ تو بڑی دور کی بات ہے...... وہ تو جس وقت

محبوب علیہ السلام کو دیکھتے تھے...... درود وسلام پڑھتے تھے اور ہر وقت یہ پیش نظر تھا کہ اگر یہ محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ ہوتے تو ہم کہاں ہوتے؟...... یہ محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے ہیں تو ہمارے سر پر امامت کے تاج سج گئے۔ ہر لمحہ ان کا تو میلاد کی محفل میں گزرتا تھا۔

جب کہ ہماری صورتِ حال ان سے مختلف ہے۔ وہ اس طرح کہ ہماری فضاؤں میں گستاخی کا دھواں ہے اور ہم سے وہ ختم نہیں ہوا۔ ڈنمارک کے خاکے بنے، گستاخی ہوئی اور آج پاکستان میں نجمہ ہاؤس کے اندر ڈنمارک سے ایک بہت بڑی گستاخی کی گئی اور یہ بھی انہی لوگوں نے کی، جنھوں نے ڈنمارک والی گستاخی کروائی تھی۔ اور وہ کون لوگ ہیں......اس عبارت کو پڑھ لیجیے تو پتا چل جائے گا۔

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

نجمہ ہاؤس کراچی سے جو رسالہ چھپا ہے، اس میں کلمۂ اسلام کی تصویریں بنا کر تشریح کی گئی۔ مثلاً اشھد کے لیے ہتھوڑی بطور سند اُن پر مار کر بتانے کی کوشش کی ہے کہ یہ اشھد کا ترجمہ ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت

اب دیکھنا میرے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی افضلیت کہ بتاؤ ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کیسے تھے؟......تو یہ سَند مَیں پڑھ رہا ہوں:

زُهْرِیْ عَنْ سَالِمْ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ۔

زہری سالم سے اور سالم ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں،

جتنی بھی اُصولِ حدیث کی کتابیں ہیں، ان سب میں اس سَند کو صحیح ترین سَندوں میں شمار کیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر عظیم صحابی ہیں، وہ کہتے ہیں:

رَاَئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ بِعَیْنَیَّ هَاتَیْنِ۔

اپنی دونوں آنکھوں کی طرف اشارہ کر کے کہتے ہیں: میں نے نبی علیہ السلام کو ان دو آنکھوں سے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیسے ہیں، کہتے ہیں:

كَانَ نُوْرًا

آپ نور ہیں۔آپ کے ہونٹ مبارک نور ہیں یا رُخسار مبارک نور ہیں، کہتے ہیں۔

كَانَ نُوْرًا كُلُّهٗ

سر کی چوٹی سے لے کر قدم کے ناخن تک نور ہیں۔ بلکہ آگے کہتے ہیں۔

بَلْ نُوْرًا مِّنْ نُوْرِ اللهِ

وہ عام سا نور نہیں بلکہ اللہ کے نور سے نور ہیں۔

یہ درودِ تاج میں جو ہم نُوْرًا مِّنْ نُوْرِ اللهِ پڑھتے ہیں، یہ ہم نے گڑھا نہیں ہے، یہ تو صحابہ کے الفاظ ہیں:

كَانَ نُوْرًا كُلُّهٗ بَلْ نُوْرًا مِّنْ نُوْرِ اللهِ

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: لوگو! ہمارے نبی علیہ السلام کُل نور ہیں اور اللہ کے نور میں سے نور ہیں۔

نور کا کھلونا

یہ ہے ہمارے محبوب علیہ السلام کی افضلیت۔ہم جو نور کا لفظ بولتے ہیں تو اس سے مراد کوئی نارمل سا نور نہیں ہوتا۔وہ نارمل نور تو ہمارے نبی علیہ السلام کے کھلونوں کا بھی ہے۔

جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا ۔ (پارہ ۱۱، سورۃ یونس، آیت ۵)

رب نے سورج کو ضیا بنایا، قمر کو نور بنایا۔

اور پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

رَاَيْتُكَ فِي الْمَهْدِ تُنَاغِي الْقَمَرَ وَتُشِيْرُ اِلَيْهِ بِاِصْبَعِكَ ۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی، باب ماجاء فی حفظ اللہ تعالیٰ رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم)

میں نے تمہیں پنگوڑے میں دیکھا تھا، جب تم چاند سے باتیں کرتے تھے۔

حَيْثُ اَشَرْتَ اِلَيْهِ مَالَ

جدھر تمہارا اشارہ ہوتا تھا، اُدھر چاند جھک جاتا تھا ۔

چاند جھک جاتا جدھر اُنگلی اُٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

وہ ذات جس کا کھلونا نور ہو اُن کی اپنی نورانیت کیسی ہوگی!!!

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نورِ کامل کی جھلک

قرآنِ مجید میں لفظ نور دس معانی پر بولا گیا ہے اور مخلوق انوار میں سے جو پہلے نمبر کا نور ہے وہ ہمارے نبی علیہ السلام کے نور کی کوالیٹی ہے۔ وہ کیسی ہے؟...... جبریل علیہ السلام کو سب نور مانتے ہیں، مگر معراج کی رات جس وقت سدرہ پر پہنچے تھے، کہنے لگے:

لَوْ دَنَوْتُ اَنْمُلَةً لَاحْتَرَقْتُ۔ (تفسیر کبیر، سورۃ النجم، زیر آیت ۱۳)

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، باب بدء الخلق)

محبوب! اگر مَیں ایک پُورے برابر بھی آگے گیا تو جل جاؤں گا۔ کیوں کہ اللہ کا نور مجھ سے برداشت نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا اتنا پاورفل نور ہے، اگرچہ میں بھی نور ہوں مگر مجھ سے برداشت نہیں ہو سکے گا۔

انھوں نے معذرت پیش کردی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! میرا جی نہیں چاہتا کہ آپ کو مکہ شریف سے یہاں لاکر اکیلا چھوڑ دوں۔ حق تو یہ بنتا ہے کہ ساتھ جاؤں مگر میری مجبوری یہ ہے کہ میں ساتھ جا نہیں سکتا۔ میں آگے بڑھا تو پھر بھی آپ کو تنہا ہی جانا پڑے گا کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے نور سے جل جاؤں گا اور آپ پھر تنہا ہو جاؤ گے۔ تو اسی میں اچھائی ہے کہ آپ چلے جائیں اور میں پیچھے رہ جاؤں۔ اس لیے کہ اگر میں پُورے برابر بھی آگے گیا تو میں جل کر راکھ ہو جاؤں گا۔

...... یہ جبریل علیہ السلام کا نور ہے۔

جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سُنا تو کیا میرے نبی علیہ السلام نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ جبریل! جب تم نہیں بچ سکتے تو مَیں کیسے بچ سکتا ہوں۔ میں بھی واپس جاتا ہوں۔ کیا آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام واپس آگئے تھے؟...... نہیں آگے بڑھے اور کہاں تک گئے۔

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى

پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى (پارہ ۲۷، سورۃ النجم، آیت ۸)

پھر خوب اُتر آیا تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔

سر کی آنکھوں سے رب کا دیدار

کمان کے دو[۲] سِروں سے قریب ہو کر جب رب کی ذات کو دیکھا تو کیا بدن جل کے

راکھ ہوگیا؟نہیں۔اللہ نے اپنے نور کا وہ جلوہ محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیا تھا کہ جب میری ذات کا جلوہ تمہارے نور میں پڑے گا تو جبریل تو جل سکتے ہیں، مگر محبوب تم نہیں جل سکو گے۔ جبریل کو خطرہ ہے کہ میں جل جاؤں گا۔سرکار نے یہ نہیں کہا کہ جبریل تم جلو گے، تو میں کیسے بچ سکوں گا، واپس چلتا ہوں۔نہیں:

اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ دُوْنَ سَبْعِیْنَ اَلْفَ حِجَابٍ مِنْ نُوْرٍ۔

(المعجم الکبیر للطبرانی)

میں آگے بڑھا ستر ہزار پردے میرے بدن سے لگ کر پھٹ گئے۔میں نے کمان کے دو[۲] سروں سے قریب ہوکر اپنے رب کی ذات کو دیکھا۔

لذت کی بات یہ ہے کہ جہاں جبریل علیہ السلام کو اپنے جلنے کا خطرہ تھا۔وہاں میرے نبی علیہ السلام کے سر پر عمامہ شریف بھی سلامت تھا۔بدن پر کپڑا بھی سلامت رہا...... وہ کیسا نور ہے کہ جس کے نور نے کپڑے کو بھی طاقت دے دی ہے۔رب کی ذات کے جلوے پڑتے رہے؛ مگر پھر بھی محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام جن کا نور کامل ہے گھبرائے نہیں، بے ہوش نہیں ہوئے۔قرآن کہتا ہے:

مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی۔ (پارہ ۲۷،سورۃ النجم،آیت ۱۷)

آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔

ٹکٹکی لگا کر نظریں جما کے رب کو دیکھتے رہے۔

بات بڑی قابلِ غور ہے۔میں کوئی لیلیٰ مجنوں کی داستان تمہارے سامنے بیان نہیں کر رہا...... میں تو رب کا قرآن بیان کر رہا ہوں۔

کلیم اللہ علیہ السلام کو رب کے دیدار کی چاہت

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب دیدار چاہا تو اس کا انکار ہوگیا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قَالَ لَن تَرٰنِیْ وَلٰکِنِ انْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَکَانَہٗ فَسَوْفَ تَرٰنِیْ۔

فرمایا تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا۔ہاں اس پہاڑ کی طرف دیکھ۔یہ اگر اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا

تو عن قریب تو مجھے دیکھ لے گا۔

فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا

(پارہ ۹، سورۃ الاعراف، آیت ۱۴۳)

پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ گرا بے ہوش۔

اللہ نے طور (پہاڑ) پر اپنی صفت کا جلوہ پھینکا، تو کیا ہوا طور ریزہ ریزہ ہو گیا اور بالواسطہ (Indirect) جو کلیم نے جلوہ دیکھا تو ہوش نہ رہ سکے، بے ہوش ہو گئے۔ اب جس رب کی صفت کی ایک جھلک طور پر آ گرے تو طور؛ طور نہ رہ سکے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ہڈیوں اور گوشت کا بندہ عرش پر چلا جائے اور رب کے پاس سے ہو کر بھی سلامت لوٹ آئے۔

اب قرآن نے کہا کہ جلوہ طور پر گرا تو طور ریزہ ریزہ ہوا اور جس رب کے جلوے کا جلال طور کو پگھلا دے اُس رب کے پاس عرش پہ جا کر کوئی بندہ ہڈیوں اور گوشت والا ہم جیسا بچ کے آ سکتا تھا؟ نہیں...... تو ماننا پڑے گا کہ وہ ہم جیسے نہیں۔ ان کو رب نے وہ نور دیا ہے کہ جب وہاں سے ہو کے صحیح سلامت واپس آ گئے تھے تو دنیا کو بتایا جا رہا تھا کہ طور کا معاملہ اور ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معاملہ اور ہے۔ جو بدن رب کی تجلّیوں کی گرمی کے سامنے پگھل نہ سکا، برقرار رہا...... آخر وہ افضلیت ہماری عقل کے ترازو پر تولی نہیں جا سکتی...... لیکن احمقوں نے جو رسالہ چھاپا کراچی سے، اس میں کیا لکھا ہے: عبس کی تفسیر کرتے ہوئے (معاذ اللہ) ہڈیوں کا ایک ڈھانچا بنایا گیا۔ یورپ کے وہ خاکے اور یہ ہڈیوں کا ڈھانچہ۔ جیسے یہ بجلی کے پولوں پر خطرے کی علامت ہوتی ہے۔ ایک ڈراؤنی سی شکل۔ معاذ اللہ۔ ایسی کھوپڑی اور پورا ڈھانچہ اور ساتھ ہی ٹوٹا ہوا ایک قدم رکھا ہے۔

جس پر پٹی پلٹی ہوئی ہے اور نیچے لکھا ہوا ہے:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

یہ مسلمان ہیں جنھیں دیکھ کے شرمائیں یہود۔

اتنی بڑی گستاخی وہ بھی نہ کر سکے۔ یہ بننے والے مثل کی عادتیں۔ ہم نے کئی سال پہلے کہا تھا کہ ہمارا بھی عقیدہ ہے ان آیات کو پڑھنے کا ہم بشر مانتے ہیں۔ مگر پس منظر دیکھ کے بیان کرو

کہ وہ بشریت ہم جیسی نہیں۔ وہ بشریت بھی سب سے اعلیٰ ہے۔ مگر اب وہ گند باہر نکل آیا جس نے غیروں کو یہ جرأت اور جسارت دی کہ وہ خاکے بنارہے ہیں کہ خود آیات لکھ کر محبوب علیہ السلام کی کتنی توہین کی جارہی ہے!!

دورِ حاضر میں محفلِ میلاد کی ضرورت

میرے بھائیو! جس ماحول میں اتنا زہراُ گلا جارہا ہوتو ہم اس ماحول میں اگر محبت کا چھڑکاؤ نہیں کریں گے تو ایمان بچے گا کیسے؟...... صحابۂ کرام علیہم الرضوان کا انداز اور تھا۔ انھوں نے گستاخی کے سارے دھوئیں ختم کر دیے تھے۔ ہم سے اگر وہ نہ ہو سکے تو کم از کم یہ تو ہم ضرور کریں گے اور یہ جائز ہی نہیں بلکہ محفلِ میلاد واجب ہوگئی ہے...... کہ دنیا کو بتایا جائے: ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام وہ نہیں کہ جن کے یہ ڈھانچے بنائے جارہے ہیں۔ ہمارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام تو وہ ہیں جو اللہ کے خاص جلوؤں کی ایک تجلّی ہیں۔

فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مسئلۂ اُصول

اس بات کو سمجھنے کے لیے ایک اُصول ذہن میں رکھنا چاہیے۔ ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ وقت کے بدلنے سے حکم بدل جاتا ہے۔ اصل ایک ہے کہ قرآنِ مجید کی آیت کی مخالفت نہیں ہوگی۔ حدیث کی مخالفت نہیں ہوگی۔ مگر مسئلہ صورتِ حال کو دیکھ کر بتایا جائے گا۔ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلہ اُصول کا یوں سمجھایا کہ ایک شخص کے گھر میں آگ لگ گئی۔

مثلاً ایک شخص کے گھر میں آگ لگ گئی۔ اندر کمرے میں دو چیزیں پڑی تھیں۔ ایک پیسوں سے بھری بوری پڑی تھی اور دوسری کرسی بطور مثال۔ جب آگ لگی تو ٹائم اتنا تھا کہ صرف ایک چیز کو اُٹھایا جاسکتا تھا۔ ایک چیز دوسری کے اُٹھاتے جل جائے گی۔ وہ عقل مند تھا، اُس نے فیصلہ کیا کہ یہ بوری پیسوں کی زیادہ قیمتی ہے، جس سے ہزاروں کرسیاں آجائیں گی۔ جب کہ کرسی اُٹھاؤں گا تو بوری جل جائے گی۔ پھر نقصان زیادہ ہوگا۔ لہٰذا اُس نے بوری اُٹھائی، واپس آنے تک کرسی جل گئی۔ باہر تماش بینوں کا رش تھا۔ سارے دیکھ رہے تھے کہ دو چیزیں تھیں، اس نے کیا اٹھائی۔ یہ دیکھنے کے بعد سارے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

چند دنوں کے بعد ان تماش بینوں میں سے ایک بندے کے گھر ہفتہ بعد آگ لگ گئی۔

اب اس کے گھر جب آگ لگی تو اس کے کمرے میں بھی دو چیزیں تھیں۔ایک اس کا دو سالہ بیٹا تھا اور دوسرا پیسوں سے بھرا تھیلا تھا......اب وقت اتنا تھا کہ صرف ایک ہی چیز اُٹھا سکتا تھا۔ اب دیکھیے مکھی پر مکھی مارنا اور یہ ہے تدبّر کے بغیر دین کی بات کرنا۔ یہ بغیر فقاہت کے دین کو گڑھ لینا......اب جس وقت اُس نے سوچا تو کہنے لگا وہ بندہ جس کو سارے لوگ عقل مند کہتے تھے، اس کے گھر آگ لگی تھی تو اُس نے بھی پیسوں والا تھیلا اُٹھایا تھا۔تو مجھے بھی یہ کام کرنا چاہیے۔لہٰذا گیا اور پیسوں والا تھیلا اُٹھالایا۔واپس لوٹا تو بیٹا جل چکا تھا۔

لوگوں نے کہا: کتنا بے وقوف ہے تو۔تو نے بیٹا کیوں نہیں اُٹھایا۔ یہ ہزار تھیلا بھی تو دے دے، تب بھی بیٹا تجھے نہیں ملے گا۔تو نے بیٹا اُٹھانا تھا......تو وہ سب کو کہتا ہے کہ مجھے تم بے وقوف کہتے ہو، کل جس نے تھیلا اُٹھایا تھا اسے تم عقل مند کہتے ہو۔اگر وہ عقل مند ہے تو میں بھی عقل مند ہوں۔لوگوں نے کہا: نہیں! اس کو عقل منداس لیے کہا تھا کہ جب اس نے تھیلا اُٹھایا، تو اُس کا بیٹا اندر نہیں تھا۔ تیرا بیٹا تو ہزار مرتبہ تھیلے سے قیمتی تھا۔ تجھے اپنی صورتِ حال کے مطابق فیصلہ کرنا چاہیے تھا۔ تجھے مکھی پر مکھی نہیں مارنی چاہیے تھی۔

لہٰذا ہم ان دونوں کو دعوتِ فکر دیتے ہیں جو آج ٹہنی کو جڑ کے دعوے کر کے ٹہنی کو جڑ کا پابند کرنا چاہتے ہیں۔ہم بتاتے ہیں کہ جب گستاخیوں کا دھواں اُبل رہا ہو، اس وقت محفلِ میلاد کا یہ پروگرام نفلی نہیں واجب ہو جاتا ہے۔

خارجیوں کا سیرت بیان کرنے کا انداز

اب دیکھیے کہ جب لوگوں کو مقامِ نبوت کی شناخت معاشرے میں یوں کرائی جائے...... کتابوں میں اور سیرت النبی علیہ السلام کے جلسے کر کے یہ سمجھایا جائے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (معاذ اللہ) ڈاکیے کی طرح تھے۔ڈاک دے کر جا چکے......ہم میں اور ان میں کوئی فرق نہیں۔ ہاں! یہ ہے کہ ان پر وحی اُترتی تھی، ہم پر نہیں اُترتی...... یہ فرق بھی بڑی مشکل سے مانتے ہیں۔اور کہتے ہیں کہ نبی کو بڑا مانو تو صرف اتنا، جتنا بڑا بھائی ہوتا ہے اور جتنا گاؤں کا چودھری ہوتا ہے...... یہ ہے تبلیغ اور یہ ہے ان کی سیرت کا انداز۔تو ہم اس وقت یہ بتانا چاہتے ہیں ؎

فلک کو اس بلندی پر بھی وہ عظمت نہیں حاصل
جبینِ خاک سے پوچھو مقامِ نقشِ پا کیا ہے

کہ ان کا پیکر تو پیکر رہا، جہاں ان کے قدم لگ جائیں وہ زمین بھی آسمان بن جاتی ہے۔

صحابۂ کرام اور تعظیم مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

بخاری شریف میں ہے۔ حدیبیہ کے مقام پر حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریش کے سفیر بن کر آئے۔ جب انھوں نے وہاں کا منظر دیکھا تو سب کچھ بھول گئے۔ واپس قریش کے پاس جا کر کہنے لگے: جس دن سے مدینہ دیکھ لیا، ہم ساری بہاریں بھول گئے۔

اے قریش مکّہ! میں قیصر کے پاس گیا، میں کسریٰ کے پاس گیا، میں نجاشی کے پاس گیا۔ مجھے ربِ کعبہ کی قسم! میں نے وہ چمک کہیں نہیں دیکھی جو میں حدیبیہ میں دیکھ کر آیا ہوں...... قریش نے کہا: عروہ! بتا تم نے کیا دیکھا؟ قیصر کی سونے کی کرسیوں سے تجھے کچھ نہیں ہوا اور حدیبیہ میں تو ٹاٹوں کے بچھونے تھے، تو کیا دیکھ کر آ گیا ہے؟...... تو کہنے لگے:

وَاللہِ اِنْ رَأَیْتُ مَلِکًا قَطُّ یُعَظِّمُہٗ اَصْحَابُہٗ مَا یُعَظِّمُ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُحَمَّدًا۔

(صحیح البخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد، جلد ا، صفحہ ۳۷۹، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

میں نے دنیا میں کسی بادشاہ کی وہ تعظیم نہیں دیکھی؛ جو تعظیم ان کے صحابہ اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی کرتے ہیں......

آج تعظیمِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں شرک کے فتوے لگتے ہیں۔ مگر یہ جس وقت آیا تو مشرک تھا اور وہ اتنا بڑا ان کا لیڈر تھا کہ نبوت کا کینڈیڈیٹ انھوں نے بنایا ہوا تھا۔ قرآن میں ذکر ہے:

لَوْلَا نُزِّلَ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ۔

(پارہ ۲۵، سورۃ الزخرف، آیت ۳۱)

اور بولے کیوں نہ اُتارا گیا یہ قرآن ان دو شہروں کے کسی بڑے آدمی پر۔

وہ مشرکین کہتے تھے کہ رب کو یا تو قرآن عروہ پر اُتارنا تھا یا ولید پر اُتارنا تھا۔ لیکن یا اللہ! تو نے قرآن کہاں اُتار دیا؟...... وہ عروہ جس وقت صحابہ کی تعظیم کو دیکھتے ہیں تو شرک مٹتا

ہے، ایمان آجاتا ہے۔ اب کیا دیکھا۔ کہنے لگے: میں نے دنیا میں کسی بادشاہ کی وہ تعظیم نہیں دیکھی، جو تعظیم صحابہ اپنے نبی علیہ السلام کی کرتے ہیں۔ وہ تعظیم کیا تھی۔ پانچ باتیں انھوں نے بیان کیں۔ وہ پانچوں کی پانچوں اس وقت سُنّی کے سینے میں موجود ہیں۔ ان میں سے پہلی کیا تھی؟ کہنے لگے:

وَاللہِ اِنْ تَنَخَّمَ نُخَامَۃً اِلَّا وَقَعَتْ فِی کَفِّ رَجُلٍ مِنْھُمْ فَدَلَکَ بِھَا وَجْھَہٗ وَجِلْدَہٗ۔

کہتے ہیں کہ اور تو اور رہا؛ اُن کے نبی علیہ السلام اگر تھوک مبارک اپنے ہونٹوں سے جدا کریں تو صحابۂ کرام زمین پر نہیں گرنے دیتے۔ ہاتھوں پہ سجاتے ہیں اور ہاتھوں پہ لے کر کپڑوں سے صاف نہیں کرتے۔

فَدَلَکَ بِھَا وَجْھَہٗ وَجِلْدَہٗ۔

(صحیح البخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد، جلد ۱، صفحہ ۳۷۹، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

جس کو ملے، وہ ماتھے پر لگاتا ہے۔ جسم پر لگاتا ہے۔

اس بات کو دیکھ کر کافر کا کفر مٹا۔ اس بات کو دیکھا تو اسے پتہ چلا کہ رب ایک ہے۔

سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عشق سے پتہ چلا کہ رب ایک ہے؛ اور پھر ان کے دل میں توحید آئی تو سبب کیا تھا؟ کہ صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے نبی علیہ السلام کے تھوک مبارک کا جو اَدب کیا۔ اور یہ تھوک کا لفظ مجھے پسند نہیں، صرف ترجمے کے لیے بول رہا ہوں۔

لعابِ دہن کی برکت

میرے نبی علیہ السلام کا لعابِ دہن وہ کوئی تھوک تو نہیں...... وہ تو لوحِ محفوظ کا شبنم ہے۔ وہ تو وحیِ الٰہی کی خوشبو ہے۔ وہ تو سوزِ یقیں ہے۔ وہ منبعِ ایمان ہے۔ وہ تو چشمِ رحمت کی جھاگ ہے۔ جب گلِ قدس کی پتیوں سے وہ جھاگ جدا ہوتا ہے، صحابہ نیچے نہیں گرنے دیتے، ہاتھوں پہ لگاتے ہیں اور دنیا والوں کو بتاتے ہیں کہ جن کے لعاب کی مثال نہ ہو...... اُس رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال کہاں سے آئے گی۔

یہ وہ دین ہے کہ جس میں انھوں نے صحابۂ کرام علیہم الرضوان کا یہ ادب، یہ انداز دیکھا تو

برسوں کا کفر ٹوٹ گیا......لہٰذا اس ماحول میں یہ ہم تو بیان کر سکتے ہیں، لیکن دوسرے کیمپ والے بیان نہیں کر سکتے۔ تجربہ کر کے دیکھ لو۔ ایک طرف کا ایک اَن پڑھ کسان کھڑا کر لو اور دوسری طرف اس کیمپ کا شیخ الحدیث کھڑا کر لو اور دونوں سے پوچھو: نبی علیہ السلام کے لعاب کی ویلیو کیا ہے؟ اگر تمہیں مل جائے تو کیا دو گے؟......تو جوذات کی برابری کرے، وہ لعاب کی عظمت کیا بیان کرے گا۔ مگر اس سنّی سے پوچھو جو شیخ طریقت نہیں، عالمِ دین نہیں۔ اَن پڑھ ہے۔ مگر وہ کہے گا جان دے دوں گا، لعابِ دہن لے لوں گا۔

اِس طرف بھی آدمی ہے، اُس طرف بھی آدمی ہے۔ مگر فرق اتنا ہے کہ ان کے بوٹوں پر چمک ہے، ان کے چہرے پر نہیں......لیکن اِدھر اَن پڑھ کسان کے چہرے پر اپنے نبی علیہ السلام کی محبت کی چمک موجود رہتی ہے۔

صحابۂ کرام کا عمل ہمارے لیے چمک

اس واسطے کہ رب ذوالجلال نے وہ صحابہ والی چمک ہمیں عطا فرمائی ہے، اب قولِ فیصل یہ ہے کہ دنیا کے کسی چوک میں کھڑے ہو جاؤ فیصلہ کروا کے دیکھ لو۔ میں نے درجنوں ممالک کے نمائندہ اجتماعات میں اپنے دلائل پیش کیے ہیں۔ آج تک کوئی جواب نہ دے سکا۔

صحابۂ کرام تھرمامیٹر ہیں ایمان چیک کرنے کا......ایک طرف نبوت کا یہ بیان کیا جا رہا تھا کہ گاؤں کا چودھری مانو، بڑا بھائی مانو اور دوسری طرف ہم ہیں اور فیصلہ صحابہ سے کروانا ہے۔

اب میرے بھائیو! بتاؤ جو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لعابِ دہن ماتھے پر لگاتے تھے، تو وہ کیا بتا رہے تھے کہ بعد والو! ہوش سے بولنا۔ بڑے بھائی کا تھوک کون ماتھے پہ لگاتا ہے؟......گاؤں کے چودھری اور ڈاکیے کا تھوک کون دیکھتا ہے۔

یہ تو طیبہ کی محبت کا اثر ہے ورنہ
کون روتا ہے لپٹ کے در و دیوار کے ساتھ

یہ تو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا لعابِ دہن ہے۔

لہٰذا حدیبیہ کا فیصلہ یہ ہے کہ اے اہلِ حق! نبوت کو یوں مانو جیسے حدیبیہ والوں نے مانا ہے۔ اور حدیبیہ والوں نے یوں مانا ہے کہ جن کے لعاب کی مثال نہ ہو...... رسالت مآب

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مثال کہاں سے آئے گی۔اور یہ حدیبیہ میں بیٹھنے والے کوئی بدّو تو نہیں تھے، اَن پڑھ تو نہیں تھے، ملنگ تو نہیں تھے، تو ہم پرست تو نہیں تھے...... بھائیو! ہوش سے بولنا۔ یہ تو صدیق و عمر تھے، طلحہ و زبیر تھے، سعد و سعید تھے، رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

نبی علیہ السلام کا لعابِ دہن ماتھے پہ لگایا ہے اور دنیا والوں کو بتایا ہے کہ؛ یہ وہ محبوب ہیں کہ جو چیزیں اَوروں کی مرکزِ نفرت ہوتی ہیں ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ چیزیں بھی سرچشمۂ محبت ہوتی ہیں...... اس واسطے اب یہ وہ چیزیں ہیں جو ہم تو بیان کرسکتے ہیں، دوسرا کون بیان کرے گا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

تو اس واسطے گستاخوں کے دَور میں حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مکتوبات شریف میں لکھا ہے کہ: ہم گائے ذبح کریں یا بھینس برابر کا مسئلہ ہے۔لیکن جب ہندوستان متحد تھا اُس وقت ہندوؤں کی تحریک (گاؤ کے تقدّس) کی چلی اور گائے کے بارے میں مجدد سے کہنے لگے کہ وہ گائے ذبح نہیں کرسکتے، جزیہ دینا قبول کرلیں گے۔تو حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کہنے لگے:

ذبح بقرہ در ہندوستان از اعظم شعار اسلام است۔

(مکتوباتِ امام ربانی، دفتر اوّل، حصہ دوم، مکتوب نمبر ۸۱)

ہندوستان میں گائے کی قربانی اسلام کے بڑے شعار سے ہے۔

مسلمانو! اب گائے کو ذبح کرنا صرف جائز ہی نہیں رہا بلکہ اب تم پر گائے کو ذبح کرنا واجب ہوگیا ہے۔تاکہ جنھوں نے اس کو الٰہ بنا رکھا ہے ان کے سامنے شوکتِ اسلام کا اظہار کیا جائے...... میرے بھائیو! وقت؛ وقت سے حکم بدل جاتا ہے۔جب گستاخیوں سے فضا زہریلی ہورہی ہو تو اُس وقت محفلِ میلاد جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہوجاتی ہے۔

شیخ محمد عیسیٰ کا قول

دبئی کے سابق وزیر اوقاف شیخ محمد عیسیٰ مانع حمیری سے کسی نے پوچھا:

هَلْ نَحْتَفِلُ؟ نَعَمْ! نَحْتَفِلُ فِيْ كُلِّ سَنَةٍ وَفِيْ كُلِّ شَهْرٍ وَفِيْ كُلِّ يَوْمٍ

وَفِیْ کُلِّ سَاعَۃٍ وَفِیْ کُلِّ لَمْحَۃٍ۔

کیا محفلِ میلاد منائیں؟......تو وہ کہتے ہیں: ہاں! ہم

فِیْ کُلِّ سَنَۃٍ ہر سال میں......فِیْ کُلِّ شَھْرٍ ہر مہینے میں

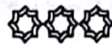
وَفِیْ کُلِّ یَوْمٍ ہر دن میں......وَفِیْ کُلِّ سَاعَۃٍ ہر گھنٹے میں

وَفِیْ کُلِّ لَمْحَۃٍ ہر آن میں؛ میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مناتے ہیں۔

اس واسطے کہ ان کا لایا ہوا نور اور ایمان جب ہر آن میں ہمارے اندر موجود ہے تو پھر خوشی کا اظہار بھی ہر وقت ہونا چاہیے۔

میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تقاضا

مَیں اپنی بات کو اس پہ ختم کرتا ہوں کہ آج جس ماحول میں ہم ہیں؛ محفلِ میلاد منعقد کرنے کا ہم سے یہ تقاضا ہے کہ ہم اپنی بیٹری چارج کریں؛ اور اندھیروں میں چراغاں کریں۔ صرف بیٹری چارج کر کے پھر سو جانا، اس سے کوئی مقصد پورا نہیں ہوتا۔ بیٹری چارج کرو اپنی دکان میں، چراغاں کرو اپنے محلے میں، چراغاں کرو اپنی فیکٹری میں، چراغاں کرو جس ماحول میں رہتے ہو......نماز بتاؤ، روزہ بتاؤ، حج بتاؤ، لوگوں کو مسجد کی طرف لاؤ......نام نہاد روشن خیالی کا بھی مقابلہ کرو اور بدعقیدگی کا بھی مقابلہ کرو...... یہ ہمارے پاس بیٹری ہے، جو اِن باتوں سے چارج ہوتی ہے۔ لہٰذا چارج کر کے چراغاں کرنا یہ سب سے بڑا اس محفلِ میلاد کا تقاضا ہے۔



میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا قرآن شریف سے ثبوت

اللہ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ فرماتا ہے:

لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔

ترجمہ: البتہ تحقیق آیا ہے تمہارے پاس رسول تمہیں میں سے بھاری ہے اس پر جو تم تکلیف اٹھاؤ، حریص ہے تمہاری ہدایت پر ایمان والوں پر شفقت رکھنے والا مہربان۔

دیکھو خدا تعالیٰ نے اس آیت میں آپ کے آنے کا ذکر فرمایا۔ اس کے بعد آپ کے اوصاف بیان فرمائے یہی مولود شریف میں ہوتا ہے کہ آپ کے عالمِ غیب سے عالمِ شہادت میں آنے کا ذکر ہوتا ہے اور آپ کے اوصاف و کمالات کو بیان کیا جاتا ہے نظماً و نثراً۔

ایسا ہی آپ نے خود ذکر اپنی اوّلیت اور سابقیت و ولادتِ باسعادت کا بیان فرمایا؛ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے سنا؛ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خود کرنا ذکرِ میلاد حدیث شریف سے ثابت ہے۔ وھوھذا۔

میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حدیث شریف سے ثبوت

اِسی مضمون کی حدیث ''مشکوٰۃ'' صفحہ ۵۰۵ میں بھی موجود ہے۔ نیز ''مشکوٰۃ'' میں بحوالہ ''ترمذی'' ایک اور حدیث مذکور ہے۔ وھو ھذا:

(ترجمہ) حضرت عباس سے ہے کہ وہ بنی ہاشم کے متعلق بعض لوگوں سے کچھ ناگوار بات سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے؛ پس کھڑے ہوئے آپ منبر پر اور فرمایا کہ میں کون ہوں۔ (محفلِ میلاد میں جو حاضر تھے۔) انھوں نے عرض کیا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے خلقت کو پیدا فرمایا اور بہترین خلق سے مجھ کو بنایا۔ پھر دو گروہ کیے؛ سو مجھ کو بہترین گروہ میں رکھا۔ پھر قبائل بنائے اور مجھ کو افضل قبیلہ میں رکھا، پھر گھرانے جدا کیے سو مجھ کو اللہ تعالیٰ نے باعتبار گھرانے کے افضل کیا ہے اور ذاتی فضل بھی عطا فرمایا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کے حالات اور ان کے اوصاف و کمالات کا ہم تک پہنچنا اِس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر اب تک محفلِ میلاد ہوتی رہی ہے۔

